شام راج سے رام راج تک

سید رئیس احمد جعفری

ذخیرہ کتب:۔محمداحمد ترازی

ٹام راج سے رام راج تک

سید رئیس احمد جعفری

لاہور اکیڈمی

۲۰۵ سرکلر روڈ — لاہور

فہرست

نمبر شمار | | صفحہ نمبر

تحریک خلافت کے پر آشوب زمانے میں ہندوستان کے
تمام مسلمان ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح، انگریز
سامراج کے مقابلہ میں سد سکندری بن کر ڈٹے گئے تھے،
لیکن امت اسلامیہ کے بعض قابل صد احترام بزرگ
اس تحریک کو مسلمانوں کے لیے مضر قرار دیتے تھے انہی
میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم و مغفور بھی تھے،
حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے مولانا تھانوی کے
فتوے کا جو عالمانہ جواب دیا تھا وہ ذیل میں درج ہے۔

رئیس احمد جعفری

خانقاہ اشرفیہ کا مخالفانہ فتویٰ
مولانا شبیر احمد عثمانی کا مدلل جواب

ذخیرہ کتب: محمد احمد ترازی

خانقاہ اشرفیہ کا مخالفانہ فتویٰ

مولانا شبیر احمد عثمانی کا مدلّل جواب

میرا فرض ہے کہ اپنی اور آپ کی بلکہ روئے زمین کے سارے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے مسلمانوں کی فلاح سے متعلق شرعی حیثیت سے جو میرے معلومات اور خیالات ہیں اُن کو بلا کم وکاست آپ کے سامنے رکھدوں اور اس کی بالکل پرواہ نہ کروں کہ حق کی آواز سننے سے حضور و برادرِ بہادر مجھ سے برہم ہو جائیں گے یا مشرکانہ دہی یا ملی برادران یا اور کوئی ہندو یا مسلمان مجھ سے بگڑ بیٹھے گا۔ اگرچہ اپنے بھائیوں سے مجھے ایسی توقع نہیں۔

آج وہ وقت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک فرد کو جماعت اسلام کی حقیقی خیر خواہی میں اپنی شخصی عزت اور عارضی وجاہت و مقبولیت سے قطع نظر کر لینا چاہیے۔ آل عثمانؓ کے بڑے بڑے سردار خلافت رسولؐ کے سب سے بڑے مسند نشین کی عزت و شوکت جب خاک میں ملادی جائے تو آپ کی عزت و وجاہت کس شمار میں ہے۔ تھریس اور سمرنا کے مسلمان زن و مرد جب بے آبرو کیے گئے ہوں تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ بے آبرو نہیں ہوئے۔

جس قوم نے عراق۔ شام۔ فلسطین۔ تھریس۔ ایشیائے کوچک اور قسطنطنیہ کے لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ تمام دنیا کی مقدس ترین مساجد کو خلیفۃ المسلمین کے ہاتھوں سے چھینا۔ اور اس چھیننے کے لیے جو جنگ کی گئی اس کو کروسیڈ (صلیبی جنگ) سے تعبیر کیا۔ مکہ اور مدینہ پر اسلام کے ایک ایسے باغی کی حکومت قائم کرائی جس کے

جبر سے اُس خانۂ خدا اور آرام گاہ مصطفیٰ کی بے حرمتی ہوئی اور جس حرم آمن سے ایک ادنیٰ جانور کا پکڑنا بھی گناہ ہے وہاں سے بہتیرے غریب الوطن پرستاران خدا کو گرفتار کر لیا گیا۔

پھر یہی نہیں کہ جو کچھ گزرنا تھا گزر گیا۔ بلکہ اس منٹ تک بھی جبکہ میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں اس قوم کی ہوس ملک گیری اور درندگی میں کچھ کمی نہیں آئی۔ اس کی توپیں ابھی تک دجلہ اور فرات کے دہانوں پر خاموش نہیں ہوئی ہیں۔ اس کے ہوائی جہازوں نے ابھی تک عراق وغیرہ کے کلمہ پڑھنے والوں کو اپناہ نہیں دی

اگر واقعی ہندوستان کے مسلمان سمجھ رہے ہیں کہ ایسی قوم ہماری جان و مال اور عزت و آبرو کی محافظ ہے اس لیے ہمیں اس کے مقابلہ پر کچھ ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت نہیں تو میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام کی حقیقت اور اس مضبوط رشتہ اتحاد و اخوت سے محض جاہل یا غافل ہیں جس نے جاہلیت کی تمام رسوم مخالفت و منافرت کو اٹھا کر مشرق و مغرب کے مسلمانوں میں ایک خالص روحانی برادری قائم کی۔ اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو آپ بار بار پڑھیے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ۔ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ۔ اَلْمُؤْمِنُوْنَ یَدٌ عَلٰی مَنْ سِوَاھُمْ اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اِنْ اشْتَکٰی عَیْنُہٗ اِشْتَکٰی کُلُّہٗ وَاِنْ اِشْتَکٰی رَاْسُہٗ اِشْتَکٰی کُلُّہٗ۔ یہ احکام سلطان المعظم سے لے کر ادنیٰ انسان تک بدعن تخصیص حبشی اور رومی اور سندھی اور افغانی کے سب پر حاوی ہیں۔ اور مغرب کے مسلمان پر اگر کوئی ظلم ہو تو مشرق کے مسلمان پر اُس کی حمایت و نصرت ہر ممکن طریق سے واجب ہے۔

بعض دفعہ ہم تک ہندوستان میں یہ بحث ہوتی رہی ہندوستانی رعایا اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان کچھ ایسے معاہدات ہیں۔ جن کی بنا پر یہاں کے مسلمان انگریزوں کے مقابلہ میں دوسری جگہ کے مسلمانوں کو مدد دینے سے معذور ہیں اور ان حضرات کا استدلال

اس آیت کے عموم الفاظ سے تھا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ۔

میں علماء کے اختلافات کا فیصلہ کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا۔ ہاں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اب ان اختلافات کا فیصلہ خود برٹش گورنمنٹ نے کر دیا ہے پچھلے زمانہ کو چھوڑ کر اُس نے جو عہد ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ ترکی حکومت سے برسرِ جنگ ہونے کے وقت کیے تھے اُن کا جو حشر ہوا وہ اس وقت آپ کے سامنے ہے۔ اگر وہ وعدے ایسی بے دردی سے فراموش نہ کر دیے جاتے جن پر مغرور و مفتون ہو کر بہت سے ناعاقبت اندیشوں نے اپنے ہم مذہبوں کو تباہی کی طرف دھکیلا۔ تو آج آپ کا اور ہمارا اجتماع اس حیثیت کذائی سے نہ ہوتا۔ اور نہ آج ساری دنیا کے مسلمان مصائب کے اس اضطراب انگیز طوفان میں غلطاں و پیچاں نظر آتے۔

بہر حال اب ہم کو یہ شکوہ نہیں رہا کہ دوسروں نے ہمارے ساتھ ایسا کیوں کیا بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اب ہم کو اُن کے ساتھ بلکہ خود اپنے ساتھ کیا کرنا چاہیئے۔ آپ میں سے ہر شخص غالباً دل میں یہ کہتا ہوگا کہ میں آپ کو اس درد کا کوئی انوکھا علاج بتلاؤں گا یا کوئی نرالی تدبیر جو ہمارے مصائب کا خاتمہ کر دے گی تلقین کروں گا۔ لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اس انتظار کی تکلیف نہ اٹھائیں۔ میں آپ سے صرف ایک چیز کے حاصل کرنے کو کہوں گا۔ جس کو آپ سمجھ رہے ہیں کہ وہ پہلے سے حاصل ہے یعنی میں مسلمانوں کو کہتا ہوں کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ ایمان کا دعویٰ رکھنے والوں سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے اندر ایمان پیدا کریں۔ آپ شاید اس کو تحصیل حاصل قرار دیں۔ مگر فی الحقیقت آپ کو خدا کا یہ کلام سنا رہا ہوں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اُس کتاب پر جو اُس نے اپنے

عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۔ — رسول پر نازل فرمائی اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی۔

ایمان باللہ کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض زبان سے اٰمَنَّا بِاللہِ کا دعویٰ کرے اور جب اس امت کی آزمائش کا موقع آئے تو خدا کے روبرو جھوٹا ثابت ہو۔ اگر ایمان باللہ کا مصداق صرف اتنا ہی ہوتا تو انبیا کی زبانی منافقین اس قدر رسوا نہ کیے جاتے اور نہ جہنم میں سب سے نیچے کا طبقہ اُن کا مسکن بنایا جاتا اور نہ حق تعالےٰ یوں فرماتے۔

اَلٓمّٓ ۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۔

کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ محض اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی حالانکہ ہم نے اُن سے پہلے لوگوں کا امتحان کیا ہے تو ضرور ہے کہ جانچ کرے گا اللہ ان کی جو سچ بولتے ہیں اور اُن کی جو جھوٹے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو زبان سے کلمہ پڑھتے تھے اور بجائے خود وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں۔ لیکن جب کوئی تکرار اور نزاع پیش آتی تو وہ بجائے کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے معاملات کفار کے پاس لے جانے کو پسند کرتے تھے تاکہ وہ اُن کے حسب خواہش فیصلہ کر دیں۔ ایسے لوگوں کی نسبت حق تعالیٰ نے فرمایا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا — کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اُس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور اُس پر جو تم سے پہلے نازل کیا گیا تھا ایمان رکھتے

يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا۔

ہیں (اور پھر بھی) وہ چاہتے ہیں کہ اپنے نزاعات کو شیطان کی طرف لے جائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے اس سے بیزار رہنے کا۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کی گمراہی کو بہت دور تک پھیلاتا چلا جائے اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف بڑھو جو خدا نے نازل کی۔ اور رسولؐ کی طرف (جسے خدا نے بھیجا) تو تم منافقین کو دیکھو گے کہ وہ تم سے اعراض کرتے ہیں۔

اب آپ دیکھ لیجئے کہ کتنے مسلمان ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور انھوں نے اپنے معاملات کی باگ کفار اور شیاطین کو چھوڑ کر کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ کے ہاتھوں میں دیدی ہے۔ جو انسانی قوانین اور شیطانی احکام کے آگے وہ گردنیں نیوڑا دیتے ہیں لیکن جب انکو کوئی آسمانی حکم اور قدسی پیغام دیا جاتا ہے تو وہ تیوریاں چڑھاتے ہیں —— اے خدا کی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے رہنے والو! کیا اس شہنشاہ مطلق احکم الحاکمین کی حکومت کا حلقہ تمھاری گردنوں میں نہیں رہا جو تم نے انسانی رعب و داب سے خوف زدہ ہو کر اس سے بغاوت پر کمر باندھی ہے؟ خوب سمجھ لو! کہ خدا کی گرفت بہت سخت ہے۔ جب اس کی شمشیر انتقام بے نیام ہوتی ہے اور اس کے عذاب کا کوڑا برسنے لگتا ہے تو پھر اس کے مجرم کے لیے کہیں پناہ نہیں لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ۔ للہ مسلمان اپنے اوپر رحم کھائیں اور اٹل ہیں جو عہد انھوں نے اپنے خدا سے باندھا ہے اسے پورا کریں اور سب مل کر خدا کی نہ ٹوٹنے والی رسی کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لیں کہ یہ رسی ٹوٹ تو نہیں سکتی لیکن چھوٹ سکتی ہے۔

حضرات مذہب اسلام ایک مکمل مذہب ہے۔ جس میں قیامت تک پیش آنے والی ضرورتیں مسلمانوں کو سمجھا دی گئی ہیں۔ کوئی حالت سختی اور آسانی کی ایسی نہیں جس کا بیان کبھی نہ کسی طور سے خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کے کلام میں نہ ہو۔ اور ہماری سہولت کے لیے فقہاء مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم نے کتاب و سنت سے بیشمار احکام مستنبط کر کے اپنی کتابوں میں درج فرما دیے ہیں۔ اس لیے یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ اسلام کی جو ضروریات مہمّہ اس وقت پیش نظر ہیں اُن کے متعلق کوئی حکم اور کوئی تبصرہ حق تعالےٰ کے کلام میں نہ ہو۔

قرآن حکیم نے فتح و نصرت، اور ہزیمت و مغلوبیت کے سب اسباب اپنے معجز بیان طرز میں بتلا دیے ہیں۔ اُس نے بہ بانگ دہل یہ اعلان کیا ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ذلیل و خوار نہیں ہوتی جب تک وہ خود اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے، خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے ہیں، اس لیے ہمیں بجائے اس کے کہ ہم دشمنوں کے مظالم شمار کریں ان مظالم کا محاسبہ کرنا چاہیے جو ہم نے خود اپنے اوپر نازل کیے ہیں۔ تنبیہاً عرض کرتا ہوں کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں غالباً دو مرتبہ لشکر اسلام کو کفار کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی ہے وہ بھی عارضی۔ ایک غزوۂ احد میں جبکہ تیر اندازوں کی جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدول حکمی کی۔ اور آپس میں منقسم ہو گئے اور دوسرے غزوہ حنین میں جبکہ ان کو اپنی کثرت تعداد پر غرور ہوا اور وہ یہ سمجھے کہ ہمارا اتنا بڑا لشکر کسی طرح مغلوب نہیں ہو سکتا۔

ان دونوں مواقع میں حق تعالےٰ شانہ نے ان کی ہزیمت کو نہ تو فوج کی کمی سے منسوب کیا نہ ان کی بے سروسامانی سے اور نہ اُن کے دشمنوں کی شان و شکوہ سے۔ البتہ قرآن مجید میں اُحد کے متعلق تو یہ فرمایا۔

حَتّٰی إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَّا تُحِبُّونَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيدُ الْآخِرَةَ ط

تا آنکہ جب تم نے بزدلی کی اور امر دینی میں جھگڑنے لگے اور عدول حکمی کی اس کے بعد کہ اللہ نے تم کو وہ چیز دکھلائی جس کو تم پسند کرتے ہو تم میں سے بعض وہ ہیں جو دنیا کو طلب کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کو آخرت مطلوب ہے۔

اور حُنین کے بارے میں یہ ارشاد ہوا۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِينَ ط

اور حنین کے دن جبکہ تمھاری کثرت نے تمھیں مغرور بنادیا پھر وہ کثرت تم کو کچھ بھی مستغنی نہ کر سکی اور تم پر زمین باوجود وسعت کے تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

حضرات آپ صحابہؓ کے ایمان و تقویٰ اور صبر ثبات کو دیکھ لیجیے۔ اور یہ بھی کہ اُن کے درمیان خدا کے پیارے رسولؐ جلوہ افروز تھے۔ مگر ایک تھوڑی سی بے اعتدالی سے تمام مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ پس آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ ہم میں وہ کتنے اجزا، قوت ایمانیہ اور عمل صالح اور طاقت روحانی کے باقی ہیں۔ جن کی وجہ سے خدا ہم کو اپنا دوست قرار دے اور اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے سزا نہ دلائے۔

میرا مشورہ سب سے پہلے یہ ہے کہ تمام علما مل کر مسلمانوں کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں فشل (بزدلی)، تنازع (نااتفاقی)، اور عصیان یعنی نافرمانی، اور اعجاب اور غرور سے بچانے کی کوشش کریں۔ اور اُن کا شیرازہ مجتمع کریں اور جو اختلافات

خود علماء میں ہوں اُن کو اخلاص اور صاف دلی سے آپس میں طے کر لیں۔

اگر آپ ایسا کریں گے تو میں سچ کہتا ہوں کہ یہ وہ ہتھیار ہے جس کے آگے کوئی ہتھیار نہیں چل سکتا کسی قوم کے فتح و ظفر کے دو ہی طرح کے سامان ہو سکتے ہیں مادی یا روحانی، اور وہ دونوں وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ میں داخل ہے، پس اگر دوسری قوموں کے جواب میں کوئی مادی طاقت آپ مہیا نہیں رکھتے تو روحانی طاقت اپنے اندر پیدا کیجیے تاکہ خدا کے فرشتے آسمان سے تمہاری مدد کو پہنچیں۔

الغرض رُوحانی اسلحہ میں سے ایک وہ ہتھیار ہے جس کو ترک موالاۃ یا ترک تعاون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ترک موالات کی تحریک، انشاء اللہ یقیناً موثر ہے بشرطیکہ قوم متفق ہو کر اُس کو انجام دے۔ اگرچہ سیاسی اور مذہبی حیثیت سے اس میں بہت سے شبہات بھی پیدا کیے گئے ہیں۔ لیکن جس قدر اس مسئلہ پر نکتہ چینی کی جا رہی ہے اسی قدر وہ زیادہ واضح اور قوی ہوتا جاتا ہے۔

جو لوگ اس تحریک کی مخالفت کر رہے ہیں خواہ سمجھ کر یا ناسمجھی سے ہم اُن کے بھی ایک طرح ممنون ہیں کہ اُن کے اعتراضات کی وجہ سے اس مسئلہ پر اپنی معلومات بڑھانے کا ہمیں اور زیادہ موقع ملتا ہے ؎

اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احسان — سر میرا ترے سر کی قسم اُٹھ نہیں سکتا

چند روز ہوئے علیگڑھ کالج کے طلبہ کی فرمائش پر میرے واجب الاحترام استاد شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دامت برکاتہم نے اس مسئلہ کے متعلق ایک تحریر مرتب کر کے بھیجی تھی، جو شائع بھی ہو گئی ہے، اس کے بعد بعض علماء کے مضامین دیکھ کر مجھے مناسب معلوم ہوا کہ آج اُس کی توضیح کر دی جائے۔

میری غرض اس سے اہل فہم و انصاف کو مطمئن کرنا ہے، کیونکہ بحث اور رد و کد سے بجز اس کے کچھ نتیجہ نہیں کہ نا اتفاقی اور اختلاف کو اور ترقی ہو۔

آج کل سب سے زیادہ جو غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ترکِ موالات دوستی اور محبت چھوڑنے کا نام ہے، لیکن یہ معاملات ترکِ موالات کے مفہوم میں داخل نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ موالات کے لغوی معنی باہم ایک دوسرے کو ولی بنانے کے ہیں اور ولی کے معنی قاموس اللغت میں دیکھیے، دوست کے معنی ہیں اور مددگار کے معنی ہیں۔ اور قریب کے معنی اور معشوق کے معنی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیاتِ موالات میں ان میں سے کس معنی کا قصد کیا گیا ہے۔ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ جن کی تفسیر کو امام التفاسیر کہنا چاہیے، اولیاء کی تفسیر کی اعواناً و انصاراً سے فرما رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ موالاتِ ممنوعہ کے معنی معاونت اور نصرت کے ہیں۔

سورہ ممتحنہ کی پہلی آیت سب جانتے ہیں کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک تھے، لیکن انھوں نے ایک دنیوی مصلحت کے لیے مدینہ منورہ سے کفارِ مکہ کو ایک پوشیدہ خط لکھا۔ جس میں یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر تم پر اندھیری رات اور ایک امنڈنے والے سیلاب کی طرح ٹوٹنے والا ہے۔ تم اپنے بچاؤ کا انتظام کرلو۔

واقعہ طویل ہے، حاصل یہ ہے کہ وہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے راستہ میں پکڑ لیا گیا۔ اور حضرت حاطب بحیثیت ایک مجرم کے جنابِ رسالت مآب میں حاضر کیے گئے۔ آپ نے ان سے وجہ دریافت کی۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔ نہ میں دینِ حق سے پھرا ہوں اور نہ کفر سے راضی ہوا ہوں، بات صرف اتنی ہے کہ مکہ میں میرے اہل و عیال تنہا تھے میرا کوئی خاندان

وہاں نہ تھا جو ان کی حفاظت کرتا۔ خط لکھنے سے میری غرض یہ تھی کہ کفار مکہ میرے اہل و عیال کے بارہ میں میری کچھ رعایت کریں اور میں یقین رکھتا تھا کہ اللہ ضرور اپنے وعدے جو اپنے رسولؐ کے ساتھ کیا ہے پورا کرے گا۔ اور میرا خط ان لوگوں کو خدا کی سزا سے نہیں بچا سکتا۔

ان واقعات کو پڑھ کر آپ بتایئے کہ کیا حضرت حاطبؓ کو کفار کے ساتھ واقعی محبت قلبی اور دوستانہ تعلق تھا؟ کوئی شخص ایک صحابی بدری کی نسبت یہ یقین نہیں کر سکتا۔ البتہ ایک ظاہری معاملہ معاونت کا انھوں نے کفار کے ساتھ ایسا کیا تھا جو ایک رفیق، رفیق کے ساتھ کرتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ

اے مسلمانو میرے دشمن اور اپنے دشمن کو یار مددگار دوست بناؤ، پیغام بھیجتے ہو تم ان کی طرف دوستی کا۔ حالانکہ وہ منکر ہوئے ہیں اس سچائی سے جو تمہارے پاس آئی ہے۔

پس بالبداہتہ ثابت ہوا کہ موالات صرف محبت قلبی تک محدود نہیں بلکہ ہر ایسا معاملہ اعانت و امداد جس سے ایک دوسرے کی رفاقت مترشح ہوتی ہو موالات کے تحت میں داخل ہے۔ اگر آپ اس سے زیادہ وضاحت چاہتے ہیں تو فتح البیان میں ذیل کا واقعہ پڑھئے۔

عن ابی موسی قال قلت لعمر بن خطاب ان لی کاتبا نصرانیا فقال مالک وله قاتلك الله و تلاحذت الا ابیات یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا الیهود والنصاری اولیاء

ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میرے پاس ایک نصرانی کاتب ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم کو اس سے کیا تعلق؟ کیوں تم نے ایک سلمان کا تب رکھا لیا تم نے اللہ کا یہ کلام نہیں سنا۔ یا ایہا الذین آمنو

فقت له دينه ولي كتبته فقال
واكرمهم اذ اهانهم الله
ولا اعزهم اذ اذلهم الله
ولا ادنيهم اذ ابعدهم الله
قلت انه لا يتم امر البصرة
الا به فقال مات النصراني
والسلام يعني هب انه مات
فما تصنع بعده فما تعمله بعد
موته فاعمله الآن واستغن
عنه بغيره من المسلمين۔

ولا تتخذوا اليهود والنصارىٰ اولياء۔
میں نے عرض کیا کہ اس کا مذہب اس کے لیے
ہے اور اس کی کتابت میرے لیے۔ فرمایا میں اس
کا اکرام نہیں کر سکتا جبکہ اللہ نے اُن کی اہانت
کی ہے اور میں اُن کی عزت کر سکتا ہوں جبکہ
خدا نے انہیں ذلیل کیا ہے اور میں انہیں
نزدیک کر سکتا ہوں جبکہ اللہ نے انہیں دور
پھینک دیا ہے۔ میں نے عرض کیا بصرہ کا انتظام
بدون اس کے مکمل نہیں ہو سکتا۔ فرمایا نصرانی
مرگیا تو تم کیا کرو گے جو اس کی موت کے بعد
کرو وہ اب بھی کرلو۔ اور کسی مسلمان سے کام
لے کر اس سے مستغنی ہو جاؤ۔

میں خیال کرتا ہوں کہ ایسی ایسی صریح تفاسیر کے بعد ہر ایک سمجھدار آدمی یقین
کرے گا کہ ترک موالات اور ترک تعاون متقارب الالفاظ ہیں۔ ہاں ترک تعلقات یا ترک
معاملات ان دونوں میں اُن دونوں سے کچھ زیادہ تعمیم ہے۔ ہماری غرض صرف اس
قدر ہے کہ جو تعلقات اور معاملات موالات اور مناصرت کے تحت میں آجائیں وہ
حرام ہیں۔ اور جن تعلیم یافتہ لوگوں نے ترک موالات کے خلاف مضامین لکھے ہیں اُن کو
بھی انجام کار ایک بڑا حصہ ظاہری افعال و معاملات کا موالات کے تحت میں داخل کرنا پڑا۔
بلاشبہ ترک موالات کا حکم ایک دائمی اور عام حکم ہے لیکن اس قوم کے مقابلہ میں
وہ اور زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے جس نے اعلانیہ مسلمانوں پر چڑھائی کی اور اُن کو اُن کی بستیوں
سے نکالا۔ اور ان کے نکالنے میں مدد دی۔ ایسے ظالموں کے ساتھ تو کسی نرمی اور مروت

اور بھلائی کی اجازت نہیں۔ چنانچہ سورۂ ممتحنہ کی یہ آیت جو علی ارجح الاقوال منسوخ نہیں ہے کفار کی اس تقسیم کو خوب ظاہر کرتی ہے۔

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور منصفانہ سلوک کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے تم سے دین کے معاملہ میں لڑائی نہیں کی اور نہ تم کو تمھاری بستیوں سے نکالا۔ بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو چاہتا ہے۔ خدا تو تم کو ان لوگوں کی موالات سے روکتا ہے جو تم سے دین کے معاملہ میں لڑے۔ اور جنھوں نے تم کو تمہاری بستیوں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں مدد دی اور جو لوگ ان سے موالات کریں وہی ظالم ہیں۔

بہت سے علماء جو ترکِ موالات کو ترکِ محبت کا مرادف کہتے ہیں اُن کا یہ خیال ہے کہ اس حکم میں کفار کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ تمام فساق و فجار اور اہلِ بدع اور اہلِ اہواء سے بھی محبت ترک کرنا واجب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وہ فساق و فجار وغیرہ ان حضرات کے نزدیک مسلمان ہیں تو ان کے اسلام اور بعض اعمالِ حسنہ کی وجہ سے اُن سے محبت رکھنا اور فسق و فجور کی حیثیت سے مبغوض سمجھنا واجب ہے: دیکھیے امام غزالیؒ احیاء العلوم میں یہی فیصلہ دیتے ہیں کہ

فان قلت فكل مسلم فاسلامه طاعة منه فكيف ابغضه مع الاسلام فاقول تحبه لاسلامه

اگر تم کہو کہ ہر مسلمان کا اسلام اس کی ایک طاعت ہے پھر اسلام کے ہوتے ہوئے ہم اس کو کیسے مبغوض سمجھیں تو میں کہتا ہوں

وتبغضه لمعصيته وتكون معه
على حالة لو قست بحال ما فراو
زاجرا او رايت تفرقة بينهما
وتلك التفرقة حبه للاسلام
وبغضه لجعه وقدر الجناية
على حق الله والطاعة له كالجناية
على حقك والطاعة لك فمن
وافقك على غرض وخالفك في
اخر فتكون معه على حالة
متوسطة بين الانقباض
والاسترسال وبين الاقبال
والاعراض وبين التودد اليه
والتوحش معه -

کہ تم اسلام کی وجہ سے [illegible]
کی وجہ سے مبغوض سمجھو [illegible]
ایسے انداز پر رہو گے کہ [illegible]
کافر کا موازنہ کرو تو تم دونوں میں [illegible]
اور یہ فرق اسلام کی محبت اور اس [illegible]
کرنے کی وجہ سے اور اللہ کے جرم اور اس کی
فرماں برداری کو اپنے جرم اور فرماں برداری کی طرح
سمجھو۔ جو شخص تمھاری ایک غرض میں موافق اور
دوسری میں مخالف ہو تو تم اس کے ساتھ ایک
وسط کی حالت پر رہو گے کہ نہ پورا انقباض
ہی ہوگا نہ پورا انشراح، نہ پوری توجہ نہ پورا
اعراض نہ پورا انس نہ پوری وحشت ان کے بین
بین ایک کیفیت ہوگی۔

ہر کیف میں پھر اپنے مطلب اصلی کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ ترک موالات مع الکفار ضروری ہے اور ہمیشہ سے ضروری ہے۔ یہ کوئی جدید حکم نہیں البتہ اس کی بعض جزئیات پر حسب ضروریات زمانہ علماء نے متنبہ کر دیا ہے۔

مروجہ انگریزی تعلیم جس کا اثر یہ ہے کہ مسلمان طلبہ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں یا اپنے مذہب اور مذہب والوں کا خلاق اڑائیں، یا حکومت وقت کی پرستش کرنے لگیں اور وہ سرکاری ملازمتیں جن کا نتیجہ محض سرکار کی غلام بنانے والی پالیسی کو مضبوط کرنا ہو وہ سب موالات کے تحت میں ہمیشہ سے شامل ہیں۔ البتہ انگریزی حکومت کے موجودہ معاملات نے اس کو اور زیادہ شدید بنا دیا ہے۔

انگریزی تعلیم گاہوں کے متعلق ترک موالات کے سلسلہ میں ہم فی الحقیقت اُن ہی شرائط کو پورا کرانا چاہتے ہیں جن کے بعد ایک اجنبی زبان کا سیکھنا اور دوسری قوموں کے علوم و فنون حاصل کرنا شرعاً جائز ہے، اور مسٹر محمد علی وغیرہ بھی ایک حد تک اسی کوشش میں ہیں۔

یہ بات بہت زیادہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو مسلمان قوم اپنی بدبختی سے کسی کافر قوم کے زیر اثر آگئی ہو، اور اپنے ہاتھ پاؤں غیر مسلم حکمرانوں سے خوب بندھوا چکی ہو۔ اس کی قابل تاسف بیچارگی کا خیال فرما کر حق تعالیٰ شانہ نے ترک موالات کے حکم میں تھوڑی سی گنجائش بھی رکھی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَالِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً۔

مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا اس کو اللہ سے کچھ سروکار نہیں۔ مگر یہ کہ تم ان سے اپنا بچاؤ کر سکتے ہو۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس نهى الله المؤمنين ان يلاطفوا الكفار و يتخذوهم وليجة من دون المؤمنين الا ان يكون الكفار عليهم ظاهرين فيظهرون لهم اللطف ويخالفونهم في الدين وذالك قوله تعالىٰ الا ان تتقوا منهم تقاة

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے مسلمانوں کو اس سے روک دیا ہے کہ وہ کفار سے ملاطفت کا برتاؤ کریں اور مسلمانوں کے سوا ان کو اپنا رازدار بنائیں مگر یہ کہ کفار ان پر غالب آ جائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ ان سے ملاطفت کے ساتھ ساتھ مذہبی معاملات میں ان کے مخالف رہیں اور یہی مطلب ہے خدا کے کلام الا ان تتقوا منہم تقاۃ کا۔

اس قدر رعایت سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ترک موالات کے مخاطب یہ محکوم قوم بالکل نہ رہی۔ یا موالات کفار کی حرمت اصلی سے جاتی رہی بلکہ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقٰىةً کا استثنا اگر منسوخ نہیں ہوا جیسے بعض سلف کا قول ہے تو وہ محکوم و مقہور مسلمانوں کو بعض اس سے آگاہ کرتا ہے کہ ترک موالات میں اپنے بچاؤ کا پہلو ملحوظ رکھا جا سکتا ہے اور اسی اعتبار سے ترک موالات کے حکم میں استثنا میرے نزدیک آیۂ جہاد کے اس استثنا سے مشابہ ہوگا جو وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ کے ساتھ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ سے کیا گیا ہے۔

پس ترک موالات کے وقت ایک محکوم و مقہور قوم کو حاکم و قاہر قوم کے مقابلہ میں اپنے نفع و ضرر کا پورا پورا موازنہ کر لینا چاہیے اور جہاں تک ہو سکے کوئی ایسی صورت نہ اختیار کی جائے جس سے مسلمانوں کی عام ہلاکت کا اندیشہ ہو یا وہ بحالتِ موجودہ اُن کی طاقت سے باہر یا ناممکن العمل ہو اور غالباً اسی مصلحت سے تحریک ترک موالات کے حامیوں نے اس پر عمل کرنے کے تدریجی منازل قائم کیے ہیں۔

اور شاید اسی طرح کی مصلحت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں قریش کی طاقت ٹوٹ جانے کی دعا فرمائی کہ اس حالت میں ضعف و قلت و مجبوری میں اس سے سراسر مسلمانوں کا نقصان تھا۔ اور اسی کی مجبوری کی وجہ سے مکی زندگی میں آپ کو کفار کے مقابلہ پر سیف و سنان سے کام لینے کا حکم نہیں ہوا بلکہ برابر صبر اور کفِ یدی کی تعلیم دی جاتی رہی۔

اس موقعہ پر یہ بھی فراموش نہ کیجیے کہ بیع اشراف اجارہ وغیرہ معاملات موالات میں داخل نہیں۔ ہاں اگر بیع ایسی چیز کی کافر محارب کے ہاتھ کی جائے جس سے وہ مسلمانوں کے مقابلہ پر کام لے گا۔ مثلاً ہتھیار کی یا لوہے کی جو ہتھیار کا مادہ ہے اس کو ہدایہ وغیرہ میں ممنوع لکھا ہے اور قرآن شریف میں وارد ہے کہ

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ — گناہ اور ظلم کی مدد مت کرو۔ اور کافروں
فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ۔ — کے مددگار مت ہو۔

بہرحال جس چیز یا جس معاملہ سے کافر کی اعانت مسلمانوں کی بربادی میں ہوتی ہو
ان نصوص سے صراحتاً وہ ممنوع ہے۔ اب آپ حضرات اللہ غور فرمائیں کہ آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا کسی یہودی سے جو اس وقت مسلمانوں سے برسرپیکار نہ تھا اپنی زرہ رہن
رکھ کر قرض لینا، یا حضرت علی کرم اللہ وجہ کا فاقہ کشی کی حالت میں کسی مصالح یہودی
کا باغ چند چھواروں کی اجرت پر سینچنا۔ اسی طرح کے معاملات ہیں جیسا کہ آج انگریزی
گورنمنٹ کی ملازمت کے ملازم طوعاً وکرہاً جبر و استبداد کی مشین کا ایک پرزہ ہے
جس کو خواہی نخواہی اس اثم وعدوان اور تحکیم لغیر ما انزل اللہ کی پالیسی کا پہیہ
دھکانا پڑھتا ہے جس سے کہ اقوام کی غلامی کا گلوگیر پھندا روز بروز تنگ ہوتا جاتا
ہے اور جو ابھی ملازم نہیں مگر سرکاری کالجوں میں پڑھ رہے ہیں یا سرکاری
یونیورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل کرنے کی تمنا میں ہیں وہ بڑی جدوجہد کے ساتھ
اس ساعت کے امیدوار ہیں جبکہ وہ اپنے ہم قوموں اور ہم وطنوں کی آزادی کو ہمیشہ
کے لیے ناممکن بنانے کے قابل ہوں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کا سب
سے بڑا کام چلانے والا سرکاری ملازم ہے، اور سرکاری تعلیم گاہوں کے طالب علم
وہ لوہا ہیں جن سے یہ ہتھیار بنتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ تجارتی تعلقات کا منقطع کرنا ترک موالات میں داخل نہیں
کیونکہ ثمامہ بن اثال حنفی رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد جب یمامہ کا غلہ مکہ
والوں کے پاس پہنچنے سے روک دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بندش
کو توڑا۔

لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس

پڑا تھا کہ مکہ والوں نے تنگ آکر فریاد کی اور یہ لکھا کہ انک تأمر بصلۃ الرحم وانک قد قطعت ارحامنا۔ وقد قتلت الآباء بالسیف والابناء بالجوع

پس اس قسم کی صلہ رحمی کو جو ایسی خلیق اور عجز کے اظہار کے بعد کی جائے کون حرام کہتا ہے ہم تو ان تجارتی تعلقات کو بند کرنا چاہتے ہیں جن سے یورپ کے سرمایہ داروں کے پیٹ اتنے بڑے ہو رہے ہیں کہ ان کی جوع البقر نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو ہضم کر لینا چاہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ حکومت اور تجارت کا باہمی تعلق جو یورپ و امریکہ وغیرہ کے حکمرانوں کو عرصہ دراز سے آپس میں ٹکرا رہا ہے۔ آپ اس سے تجاہل نہ برتیں گے۔

میں تو یہ کہتا ہوں کہ خواہ تجارتی تعلقات کا انقطاع ترک موالات کے تحت میں آئے یا نہ آئے لیکن اس زمانہ میں وہ اَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ کے بہت بڑے افراد میں سے ہے۔ اور اس لیے جس قدر استطاعت ہو اس میں کوشش ہونی چاہئے اگر نیک نیتی سے ایسا کیا گیا تو عجب نہیں کہ آپ کی یہ کوشش اسی کی نوع میں داخل ہو جائے جس کے ذیل میں غزوۂ بدر واقع ہوا۔ میری آرزو ہے کہ آپ زاد المعاد وغیرہ میں ان سرایا کا حال ضرور پڑھیں جو بدر سے پہلے تجارتی قافلوں کے مقابلہ پر بھیجے گئے اور جو آخر کار اس سب سے زیادہ مبارک غزوۂ بدر پر منتہی ہوئے۔

بہرحال ہمارا مقصد یہ ہے کہ تا امکان ہم ظالموں کے بازوؤں کو قوی نہ بنائیں اور احتیاط کے ساتھ اپنی مقدور کے موافق ہر ایسا تعلق منقطع کریں جس سے اب اور آئندہ ہماری امداد اور تائید اس ظلم اور عدوان میں سمجھی جاتی ہو۔

مجھے سخت حیرت ہے کہ آج کل بہت سے علماء اُن تعلقات کے قطع کرنے میں مسلمانوں کی مفلسی سے ڈرتے ہیں اور کاد الفقر ان یکون کفراً کا وعظ سناتے ہیں

ہیں۔ حالانکہ اب سے چالیس برس پہلے جب یہی وعظ سرسید نے علیگڈھ کالج کی بنیاد رکھتے وقت کہا تھا۔ اس وقت تمام علماء ربانیین نے اس پر کیا کیا فتوے دیئے تھے۔ سرسید بھی تو کہتے تھے کہ اگر مسلمان اس وقت انگریزی تعلیم نہ پائیں گے تو ان کو سرکاری ملازمتیں نہ ملیں گی۔ پھر یا تو ان کو ہندوؤں کی غلامی کرنی پڑیگی یا وہ دوسری قسم کے ذلیل افعال مثل دھوکا، فریب، ٹھگی، چوری، ڈکیتی وغیرہ کے مرتکب ہوں گے یا جو کچھ گھر میں سرمایہ ہوگا اس کو چاٹیں گے اور بقیہ گھر اور جائدادیں بنیوں کے حوالے کریں گے" وغیرہ وغیرہ۔

لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ اکابر علماء نے ایک نہ سُنی اور ان اندیشوں کا شاید یہی جواب دیتے رہے کہ اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلاً ترجمہ شیطان تم کو افلاس سے ڈراتا ہے اور بیحیائی کا حکم کرتا ہے اور اللّٰہ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ فرمارہا ہے اور وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَۃً فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ یعنی اگر تم تنگی سے ڈرتے رہو تو اللّٰہ تم کو جلد اپنے فضل سے غنی کردے گا۔

اخبار مشرق نے ایک مراسلہ نگار نے لکھا ہے کہ۔ "افسوس لیڈران قوم نے اس وقت اپنے سچے خیرخواہوں کو بدخواہ اور گاندھی جیسے حقیقی دشمنوں کو خیرخواہ سمجھ لیا ہے وہ ہمدردی تو کیا سنیں گے اپنے مسلم عاقل یعنی سرسید کی تعلیم کو بھی نہیں مانتے۔ جن تعلقات کی آج یہ لوگ بے قدری کر رہے ہیں۔ یہ وہ تعلقات ہیں جو سرسید نے اپنا اور ان کا دین و ایمان آبرو اور عزت بیچ کر قائم کئے تھے۔ اب تم جان سکتے ہو کہ یہ تعلقات تم کو کس قدر گراں قیمت پر پڑے ہیں پس یہ سخت غلطی ہوگی کہ ایسی گراں خریدی ہوئی چیز کو لیں مفت ہندوؤں کے حوالے کر دو۔ اس سے زیادہ اور کیا بے عقلی ہوگی۔"

ان فیصلوں کے جملوں اور خصوصاً خط کشیدہ الفاظ کو غور سے پڑھیے، یہ لوگ
وہ اقرار کر رہے ہیں کہ جن سرکاری تعلقات کے ترک پر اس وقت زور دیا جا رہا
ہے وہ سرسید نے دین و ایمان اور عزت و آبرو سب بیچ کر خریدے تھے۔
پھر اب میں انہی کو حکم ٹھیراتا ہوں کہ کیا ایسے تعلقات کا رکھنا ایک مسلمان کو
ایک منٹ کے لیے بھی جائز ہے اور کیا اب بھی ان تعلقات کا موالات میں داخل
ہونا محل نزاع ہے۔

مشورہ دیا گیا ہے کہ ان تعلقات کو ہاتھ سے مت جانے دو، اور اپنا
کھویا ہوا دین و ایمان واپس لینے کی کوشش کرو۔ مگر حضرت واضح رہے کہ جس
چالاک گاہک کے ہاتھ یہ معاملہ ہوا ہے وہ اس قدر پاگل نہیں کہ آپ کے پاس
اپنی پونجی بھی رہنے دے اور اتنی بڑی قیمت بھی واپس کر دے۔ اگر اقالہ سے
کام چل جائے تب بھی خدا کا ہزاروں ہزار شکر کیجیے

بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہندو یہ سب کوششیں سوراج حاصل کرنے کے
لیے کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ نہ فقط ہندوؤں کا بلکہ بعض مسلمانوں کا بھی
یہی مقصد ہے، لیکن آپ اس مقصد کو برا کیوں سمجھتے ہیں؟ اگر ہندوستان کو سوراج
یعنی حکومت خود اختیاری حاصل ہو جائے تو ہندوستان کے محاصل و وسائل
ہندوستان کی مرضی کے خلاف صرف نہیں کیے جا سکیں گے، اور عراق و فلسطین
و قسطنطنیہ پر انگریزی قبضہ بہت دشوار ہو جائے گا۔ اور یہ اس سے بھی کیا کم کہ آئندہ
مسلمانوں کے مقابلہ پر ہندوستان نہ جا سکے گا۔ اس سبب کے علاوہ یہ کہ ہم کو ہندوؤں
کی نیت سے کیا غرض ہے جب خود ہمارا مقصد صحیح ہو۔ وطن پرستی اور قوم پرستی بیشک
اسلام کی کوئی اصطلاح نہیں۔ اور یہ اصطلاحیں شاید یورپ سے لی گئی ہوں۔ مگر اس
کے یہ معنی نہیں کہ اپنی قوم اور وطن کا تحفظ ہمارے فرائض سے خارج ہے۔ آپ

جانتے ہیں کہ جو ملک ایک مرتبہ مسلمانوں کے جھنڈے تلے آجائے اگر اس کا ایک چپہ کفار لینا چاہیں تو بتدریج مشرق سے مغرب تک کل اہل اسلام پر دفاع فرض ہو جاتا ہے۔ اس لیے اگر تحفظ ملک و قوم کے لیے مسلمان کوئی قربانی کریں تو اس کو ہمیشہ یورپ کی تقلید سمجھ لینا خطا ہے۔

بڑی مشکل یہ آن پڑی ہے کہ تحریک ترک موالات کے بعض مخالفین انگریزی حکومت کی کوئی تعدی تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کو دنیا کی تمام موجودہ حکومتوں سے افضل اور بابرکت سمجھ رہے ہیں۔ چنانچہ مشرق میں ایک صاحب نے لکھا ہے۔ کہ

"جو حکومت مسلمانوں کو اُن کی مذہبی شعائر میں پوری آزادی دیتی ہے ان کے جان و مال و آبرو کی محافظ ہے۔ قرآن و رسولؐ کی بے حرمتی کو قانوناً جرم قرار دیتی ہے، بیت اللہ و بیت الرسولؐ کی زیارت سے نہیں روکتی اس کے ساتھ ترک تعلقات کس طرح واجب ہو سکتا ہے باقی شریف مکہ یا اُس کی فوج نے یا اُن کے ساتھ ملکر انگریزی فوج کے مسلمانوں نے جو کچھ مکہ اور مدینہ کی بےحرمتی کی ہے اس کی بابت غیروں کو الزام دینا فضول ہے۔ یہ سب کچھ خود مسلمانوں کے ہاتھوں کے کیے ہوئے کام ہیں اور ہنگامۂ کانپور میں جو کچھ ہوا اُس کے ذمہ دار وہ لیڈر قوم ہیں جنھوں نے گورنمنٹ کو غلط فتویٰ دیا۔"

"ہندوستان میں انگریزی حکومت کو سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر اس زمانہ میں مسلمانوں کے دین و مذہب پر اس کا کیا اثر ہوا اس کو سیاحان عالم سے پوچھو۔ وہ صاف کہتے ہیں کہ اس وقت ہندوستان سے زیادہ کسی جگہ کے مسلمانوں میں دینداری کی روح نہیں اور اگر ان کا یقین نہ آئے تو خود جا کر ترک اور عرب، مصر اور افغانستان

کے مسلمانوں کو دیکھ لو کہ آزادی کی زہریلی ہوا نے ان کے دین کو کس
طرح پر لیا۔ مشاہدہ کے بعد تم خود کہو گے کہ ہندوستان سے زیادہ
دینداری کسی ملک میں نہیں۔"

"انگریزی حکومت کا جو اثر مسلمانوں کے دین و مذہب پر ہوا اس
کو تو آپ نے دیکھ لیا کہ ہندوستان اس وقت دینداری میں اسلامی
ممالک سے بھی سبقت لیے ہوئے ہے"۔

میں صرف اس قدر دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ عراق، شام، فلسطین اور ۔۔۔
تھریس و سمرنا کے کلمہ پڑھنے والوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کیا مسلمانوں کی
جان و مال اور عزت آبرو نہیں ہے؟ کیا، إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ، الْمُؤْمِنُونَ يَدٌ عَلَىٰ
مَنْ سِوَاهُمْ خدا اور خدا کے رسول کا کلام نہیں؟ کیا امرتسر کے بازاروں میں ر ینگنے
والوں میں سے کوئی مسلمان نہ تھا؟ کیا بیت المقدس شعائر اللہ میں سے نہیں؟ کیا مکہ مدینہ
میں اگر انگریزی فوج کے مسلمان گئے ہیں وہ بدون انگریزی حکومت کے حکم کے خود بخود
چلے گئے؟ کیا ان مسلمانوں یا شریف مکہ کے مجرم ٹھیرنے سے انگریزی عمال بے قصور
ثابت ہو جاتے ہیں؟ کیا کانپور میں صحیح فتویٰ معلوم ہو جانے اور چاروں طرف کے
مسلمانوں کی آواز بلند ہونے کے بعد خونریزی اور گرفتاریاں نہیں ہوئیں؟

یہ صحیح ہے کہ دین کے بہت سے اجزاء میں ہندوستان ممالک اسلامیہ
سے فائق ہے مگر بعض اجزائے دین یعنی خدا کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی اور
اعلائے کلمۃ اللہ، اور نضال عن الاسلام والمسلمین کے وظیفہ سے تقریباً محروم ہے،
لیکن یاد رکھئے کہ یہ دینداری انگریزی حکومت کی برکات میں شمار نہیں ہو سکتی۔ بلکہ
چند ایسے نفوس قدسیہ کی صرف ہمت اور بذلِ قوت کا نتیجہ ہے جو اس سرزمین میں
ہماری خوش قسمتی سے پیدا ہوئے۔ اور جنھوں نے اپنی نہایت ہی خداداد قابلیت

روحانی طاقت، اور حیرت انگیز جرأت سے نصاریٰ اور متنفرین کے اثر کا مقابلہ کیا۔ ان ہی مقدس بزرگوں میں سے حضرت الشیخ الاجل مولٰینا حاجی محمد امداد اللہ قدس اللہ سرہٗ تھے جنہوں نے آخر کار انگریزی حکومت کے دائرہ سے نکل کر حرم شریف کو اپنا مسکن بنایا اور حضرت مولٰینا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ روحہ تھے جو ایک مدت تک انگریزی حکومت کے احکام گرفتاری کے چکر میں نانوتہ اور دیوبند کا گشت لگاتے رہے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ روحہ تھے، جنہوں نے انگریزی حکومت کی برکات کو محسوس نہ کر کے مہینوں تک حوالات کی کوٹھری میں رہنا پسند کیا۔ اور سب سے آخر میں وحید العصر حضرت مولٰنا محمود الحسن صاحب دیوبندی ہیں۔ جن کی درد انگیز داستان آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

نہایت قلق سے کہنا پڑتا ہے کہ ان سب بزرگوں کو جن کے دم سے ہندوستان میں یہ دیداری ہے انگریزی حکومت کی وہ برکات محسوس نہ ہو سکیں جن کا ہمارے دوست اس شد و مد کے ساتھ دعویٰ کر رہے ہیں۔ شاید ان کا یہ دعویٰ بھی انگریزی حکومت کے برکات میں سے ایک برکت ہو۔

بہت سے علماء کو یہ شکایت ہے کہ مسلمان خطاب واپس کرتے اور ملازمتیں چھوڑتے ہیں۔ مگر وہ الحاد و زندقہ۔ فسق و فجور، حب دنیا۔ حب جاہ اور کفار کے وہ اوضاع و اطوار نہیں چھوڑتے جو انہوں نے یورپ سے لیے ہیں اور جو کہ حقیقۃً موالات ہیں۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس موالات کو سب سے پہلے چھوڑ دیں اور اپنی صورت، اپنا لباس، اپنی معاشرت، اپنے خیالات اسلامی طریقہ پر بنائیں۔ اور اوضاع و اطوار کفار اور اُن کے خیالات سے پرہیز کریں کانفرنسوں اور کمیٹیوں کے جلسوں کی ہیئت کذائی میں یورپ کی نقل اتارنا، اور ان کے طرز پر استقبال اور آرائشیں اور رزولیوشن وغیرہ پاس کرنا ڈاڑھیاں منڈانا۔ مونچھیں بڑھانا۔ انگریزی

کوٹ پتلون وغیرہ پہننا، یا ہندوانہ صورتیں بنانا، صوم و صلوٰۃ وغیرہ کا پابند نہ ہونا بلکہ اس کا استہزا کرنا۔ اپنی نجی مجالس میں بے ضرورت انگریزی بولنا یہ سب اوضاع و اطوار کفار میں داخل ہیں، اور ان کا ارتکاب یقیناً موالات کفار میں ہے بلا شبہ یہ امور بھی موالات کے تحت میں داخل ہیں۔ اگرچہ موالات کا مفہوم ان میں منحصر نہیں اور یقیناً علماء کا فرض ہے کہ وہ ترکِ موالات کے انتظام کے عمل میں ان چیزوں کو مقدم رکھیں لیکن یہ معنی نہیں کہ علماء کی کوشش محض ان ہی مفاسد کی اصلاح تک محدود ہو جائے اور وہ کسی ایسے اسلامی مسئلہ میں دخل نہ دیں جس میں گورنمنٹ کی طرف سے کسی قسم کے خطرہ کا امکان ہو۔

بہت سے خیر خواہ ہندو مسلم اتفاق کے عواقب اور عوام الناس اور بعض لیڈروں کی ان غلط کاریوں پر متنبہ فرما رہے ہیں جو اس اتفاق کے جوش سے پیدا ہوئی ہے مثلاً قربانی گاؤ میں بعض جگہ تشدد یا مزاحمت کیا جانا۔ یا قربانی کے جانور کو سجا کر رضا کاران خلافت کا گئو شالہ میں پہنچانا۔ یا قشقہ لگانا۔ یا ہندوؤں کی ارتھیوں کے ساتھ خصوصاً "رام رام ست" کہتے ہوئے جانا یا یہ کہنا کہ امام الہندی کی جگہ امام گاندھی تشریف لائے ہیں یا یہ کہ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے یا قرآن و حدیث میں بسر کی ہوئی عمر کو نثار بت پرستی کرنا یا یہ دعا کرنا کہ اگر میں کوئی مذہب تبدیل کروں تو سکھوں کے مذہب میں داخل ہوں، وغیرہ وغیرہ۔

بلاشبہ ہمیں بھی جب اپنی قوم کے بڑے سربرآوردہ افراد کو سنتا ہوں کہ وہ اس قسم کے حرکات یا کفریات کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ باتیں زبان سے بیدھڑک نکال دیتے ہیں جن کو سنتا ایک سچے مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو میرا دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اور قصد کرتا ہوں کہ اس طوفان بے تمیزی کا روکنا جب اپنی قدرت میں نہیں تو ان معاملات سے بالکل یکسوئی بہتر ہے۔

مگر پھر شیطان آخر شی اور طبعاً ہم من النار والی وعیدیں یاد آتی ہیں اور

فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ امید کی ایک جھلک پیدا کرتی ہے تو ناچار یہ

فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ بھی ہو اپنے خیالات اس لئے کہ ہر ایک پہلو پر واقفکاری

سے ظاہر کر دینے چاہئیں ۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو می گویم   تو خواہ از سخنم پند گیر یا کہ ملال

اگر علماء حضرات نے ادھر توجہ نہ کی یا باوجود علماء کی کوشش بلیغ کے ان سے

گزری ہوئی خرابیوں کا کوئی انتظام نہ ہوا تو عجب نہیں کہ بہت سے نیک نیت لوگ

ان مجالس اور تحریکات کی شرکت سے برداشتہ خاطر ہو جائیں اور اس طرح طریک نازک

حالات کو بڑا صدمہ پہنچ جائے ۔

میری درخواست یہ ہے کہ سب علماء افراط و تفریط سے خالی ہو کر مصالح اسلامیہ

کی حمایت ۔ اور مفاسد عامہ کا استیصال پوری طاقت کے ساتھ کریں ۔ اور کسی معاملہ میں

صرف ایک ہی طرف نہ جھک پڑیں کہ اس وقت مسلمانوں کی کشتی بڑے بھنور

میں ہے ۔ ناخداؤں کو پوری طرح ہوشیار اور مستعد رہنا چاہئے ۔

اب مجھے صرف اس قدر اور کہنا ہے کہ ایک اولاد اللہ بڑا نے صاحب کے مضمون

میں جو اخبار مشرق گورکھپور کی گیارہ نومبر کی اشاعت میں نسٹیٹیوٹ گزٹ سے نقل

کیا گیا تھا حضرت شیخ الہند کے فتوے ترک موالات پر کچھ اعتراضات کیے گئے ہیں

جن میں سے بعض چیزوں کا ذکر تو بندہ کے اسی مضمون میں ہو چکا ہے اور جو جزو

باقی ہے والدین کی اطاعت سے متعلق ہے

اولاد اللہ بڑا نے صاحب کی طرح ہم بھی یقین رکھتے ہیں کہ والدین کی اطاعت کو قرآن

حکیم نے ضروری قرار دیا ہے ۔ اور جو آیت آپ نے پیش کی ہے اس پر ہم یا حضرت

شیخ الہند آپ سے کم ایمان نہیں رکھتے اور جو صحیح بخاری کی حدیث یا در مختار اور

عالمگیری کی فروع آپ نے شرح کی ہیں ان سب کو بھی ہم آپ کی طرح مانتے ہیں مگر آپ
نے عالمگیری کی بعض دوسری فروع پر نظر نہیں ڈالی، لیکن گفتگو صرف اس میں ہے کہ اگر
والدین ایک فرض عین کے ادا کرنے سے روکیں یا ایک محرم کے ارتکاب کا حکم دیں تو
کیا اس میں بھی اولاد والدین کی اطاعت اور خوشنودی حاصل کرنے پر مجبور ہے
جس قرآن نے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ اسی نے
یہ بھی فرمایا ہے کہ

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰی اَنْ تُشْرِكَ	اور اگر وہ دونوں تجھ کو اس پر مجبور کریں کہ
بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا	تو اس چیز کو میرا شریک ٹھیرائے جس کا تجھے
تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا	کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی اطاعت مت کر
مَعْرُوْفًا	البتہ دنیا میں ان کے ساتھ معقول طریقہ برتو۔

اس سے علماء نے یہ کلیہ معلوم کیا کہ خدا کی معصیت میں والدین کی اطاعت نہیں
کیونکہ خدا کا حق والدین کے حق سے مقدم ہے لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ
پس اگر سرکاری تعلیم گاہوں سے طلبہ کا علیحدہ ہونا اس ترک موالات میں داخل ہے
جس کو خدا نے فرض قرار دیا ہے تو اس میں طلبہ اسی طرح اپنے والدین کی اجازت کے
محتاج نہیں جس طرح نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے میں۔ اور جس جگہ جہاد میں اذن
والدین کو شرط بتایا ہے وہ اس وقت ہے جبکہ جہاد فرض علی الکفایہ ہو۔ اگر فرض عین
ہو جائے تو اس میں بھی اذن شرط نہیں۔ اسی بنا پر حضرت شیخ الہند نے ترک
موالات کو اجازت والدین پر موقوف نہیں رکھا مگر اس کی تبلیغ میں حقوق والدین
کی رعایت فرمائی ہے کیونکہ ترک موالات کی طرح اس کی تبلیغ فرض عین نہیں۔ بلکہ
فرض علی الکفایہ ہے۔

اڈیٹر بولے صاحب کو اسی میں کلام کرنا چاہیے تھا کہ تعلیم گاہوں کی مقاطعت

ترک موالات کے تحت میں داخل ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر جواب اثبات میں ہو تو جواب کی
سب طویل الذیل ہو گی

مولانا صاحب کو واضح ہو کہ آیت قل ان کان آباءکم و ابناءکم
الآیۃ حضرت مولانا نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش نہیں کی بلکہ جو ضعیف الطبع
والدین کی نافرمانی یا ان کے انقطاع کا تصور باندھ کر متوحش ہو رہے تھے ان کی ہمت
کو قوی کرنے کے لیے یہ آیت لکھی گئی ہے۔ تاکہ وہ سمجھیں کہ ایک فرض دینی کے انجام
دینے میں ماں باپ یا کسی قریب سے قریب رشتہ دار کی خفگی سے ملول نہیں ہونا چاہیے

آخر میں مجھے اس قدر اور عرض کرنا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے مظالم
مسلمانوں پر انگریزوں سے کم نہیں اور وہ آرہ، شاہ آباد، کٹارپور وغیرہ کے دردناک
واقعات کو یاد دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترک موالات نصاریٰ کی طرح ہندوؤں
سے بھی ہونا چاہیے کیونکہ وہ بھی قاتلوکم فی الدین کی تعریف میں داخل ہے۔

اس خیال کی صحت کو ایک حد تک میں تسلیم کرتا ہوں لیکن اس قدر گزارش
ہے کہ کٹارپور وغیرہ کے تلخ واقعات کے بعد ہندوؤں کے ممتاز لیڈروں اور جمہور
نے یہ عہد کیا ہے کہ آئندہ اس طرح کے واقعات کو ناممکن بنانے میں پوری پوری
کوشش کی جائے گی۔ اس لیے جب پچھلی کارروائیوں پر اظہار ندامت کر کے انھوں
نے ہماری طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھایا اور تحفظ خلافت کے اہم معاملہ میں ان
کی مصالحت سے ہمیں ایک بڑی تائید حاصل ہوئی تو ہماری قوم کے بہت سے
افراد اور اعلام نے بھی ان کے ساتھ مصالحت اور رواداری کی روش اختیار کر لی
اور برّ و اقساط سے پیش آنے میں حرج نہیں سمجھا کیونکہ قرآن شریف میں ہے

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔

اگر وہ مصالحت کے لیے جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔

اور یہ خیال کہ ہندو ہم کو اس مصالحت کے پیرایہ میں دھوکہ دیں گے اگرچہ ممکن ہے درست ہو جائے مگر جب تک اُن کا کوئی فریب اور بد عہدی ثابت نہ ہو یہ احتمال نکالنا اس قوم کی پوزیشن پر ایک حملہ ہے جسے وہ آپ پر بھی لوٹا سکتے ہیں۔ بہر حال ہم کو حق تعالیٰ کی اس قسم کی تسلّی آمیز ہدایات پر اطمینان رکھنا چاہیے کہ۔

وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۚ

اور اگر وہ لوگ تم کو دھوکا دینا چاہیں گے تو خدا تمہارے لیے کافی ہے۔

اگر کہا جائے انگریزوں سے مصالحت اور موافقت کرنے میں پھر کیا چیز مانع ہے تو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ قوم فی الحال مسلمانوں کی جماعتوں سے عراق وغیرہ میں برسرِ پیکار ہے۔ اور مسلم اقوام کی آزادی کا خون کرتے ہیں۔ اس کی تلوار اس وقت بھی بیدریغ چل رہی ہے اس وقت تک اس سے مسلمان قوم نے قواعد اسلام کے موافق کوئی جائز صلح نہیں کی۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کی موافقت اُس سے کس طرح ممکن ہے۔

مسلمان بلاشبہ اُس سے مصالحت اور رواداری کا برتاؤ کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اپنی حمتی عہد کے موافق خلافت اسلامیہ اور اُن مقامات مغضوبہ سے ہاتھ اٹھالے جن کے زوال کی حسرت ناک داستان آج مسلمانوں کو خون کے آنسو رُلا رہی ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ میری اس تقریر سے آپ اُس فرق پر متنبہ ہو جائیں گے جو قرآن و سنت اور فقہائے کرام نے ایک کافر محارب اور کافر مسلم کی حیثیات میں ملحوظ رکھا ہے، اور بعض مفسرین سلف کے اس قول کی طرف بھی کریں گے جس میں انھوں نے لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ کا مصداق

اُن کفار کو ٹھیرایا ہے جن سے مسلمانوں نے مصالحت کرلی ہے ۔

اب میں یہ دعا کرتا ہوا آپ سے رخصت ہوتا ہوں ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۝ اٰمِیْن یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

ذخیرہ کتب: محمد احمد ترازی